بات پر کہ وہ مغرب سے ان باتوں کو واپس لے رہے ہیں جو مسلمانوں کی ہی تھیں۔ وہ مغرب سے آنے والی چیزوں کو نہ تو جوں کا توں قبول کرنے کے حق میں ہیں اور نہ ہی اس کے دعوے دار ہیں کہ جو کچھ مغرب نے مسلمانوں سے لیا ہے، اسے دوبارہ حاصل کر لیا جائے۔ اسلام پسند مغربی اقدار و روایات، فلسفے اور سیاسی اداروں کو مکمل طور پر رد کرتے ہیں، تاہم اس کے خواہاں ہیں کہ مغرب سے اعلیٰ ٹکنالوجی حاصل کر لی جائے۔ مزید برآں غیر مسلموں خصوصاً یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کی گہری مخاصمت ہے۔ اسلام پسندوں کے افکار و نظریات اور عمل سے بار بار اس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔

قصہ مختصر، اسلام پسندوں نے اسلام کو ایک عملی نظریے میں بدل دیا ہے۔ اسلام ازم کی اصطلاح ایک مفید اصطلاح ہے کیونکہ یہ بیسویں صدی کے دیگر نظاموں کی طرح ایک نظام یا ازم کو ظاہر کرتی ہے۔ مارکسزم، فاشزم کے بعد اسلام ازم کا ذکر آتا ہے جو ہمارے عہد کے دوسرے تصورات کی طرح اسلامی فکر پر مبنی تصور کی نمایندگی کرتا ہے۔ یہ تصور، مغربی سیاسی اور اقتصادی تصورات کی طرح اسلام میں ایک نئی روح پھونک دیتا ہے۔

جب اسلام پسند اقتدار میں آ جاتے ہیں جیسا کہ ایران، سوڈان اور افغانستان میں آئے، تو اس کا نتیجہ مسائل کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اقتصادی زبوں حالی واقع ہو جاتی ہے۔ ایران، جہاں اسلام پسند دو عشروں سے برسراقتدار چلے آ رہے ہیں، ماضی کی نسبت زیادہ غریب ملک ہے۔ خواتین کے ساتھ ناروا سلوک عام ہے لیکن افغانستان کے حوالے سے یہ زیادہ واضح ہے۔ بہرحال یہ ایک عام مسئلہ ہے۔ نجی حقوق کا احترام نہیں کیا جاتا۔ اسلحے کا پھیلاؤ دہشت گردی اور ظلم و زیادتی کی دیگر صورتیں عام ہو جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ غنڈہ ریاستیں ہیں۔ اسلام مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے ایک حقیقی خطرہ ہے۔

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسلام ازم کیا نہیں ہے۔ یہ روایتی اسلام نہیں ہے بلکہ ایک جدید تصور ہے۔ دونوں نقطۂ ہاے نظر کے درمیان مختلف حوالوں سے خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ روایتی اسلام انسانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کس طرح اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کی جائے، جب کہ اسلام ازم عدل پر مبنی معاشرے کی تخلیق کا متمنی ہے۔ روایتی اسلام کے پیروکار سمجھتے ہیں کہ اسلام کا عروج ہزار سال تک کے لیے ہے، جب کہ جدت پسند مسلمان خود مفسر بن کر براہ راست قرآن سے رجوع کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کی روایتی تعبیر کو رد کر دیتے ہیں۔ روایتی مسلمان، جدت پسند مسلمانوں سے اختلاف کرتے ہیں۔ روایتی مسلمان جدید دنیا کے بارے میں پوری طرح باخبر نہیں ہیں، نہ وہ یورپ کی زبانوں سے آگاہ ہیں، نہ وہ مغرب میں زیر تعلیم رہے ہیں، اور نہ ہی وہ مغرب کی ترقی کے راز سے آگاہ ہیں۔ لیکن جدت پسند مسلمان ان تمام معاملات سے بہ خوبی آگاہ ہیں۔ انٹرنیٹ پر سیکڑوں جدت پسند مسلمانوں کے ویب سائٹ ہیں لیکن میرے خیال میں، روایتی مسلمانوں میں سے شاید ہی کسی کا کوئی ویب سائٹ ہو۔

اسلام ازم پیچھے کی طرف نہیں' آگے کی طرف سفر کا نام ہے۔ یہ جدید زندگی کے مسائل سے بحث کرتا ہے۔ چند مستثنیات کے سوا' اسلام پسند دیہاتی' مضافاتی علاقوں کے رہنے والے نہیں ہیں بلکہ شہروں کے رہنے والے ہیں جنھیں جدید شہری زندگی کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کے ہاں یہ مسئلہ اکثر زیر بحث آتا ہے کہ ملازمت کرنے والی عورتوں کو کیا کیا مسائل درپیش ہیں؟ وہ عورت جسے پرہجوم پبلک ٹرانسپورٹ سے سفر کرنا ہو' کسی طرح اپنے کو چھیڑخوانی سے بچا سکتی ہے؟ روایتی اسلام پسند تو بآسانی کہہ دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو' اپنے چہرے' اور جسم کو ڈھانپ کر رکھو' اور ایسا لباس پہنو جس سے یہ پیغام ملتا ہو کہ مجھ کو ورغلایا نہیں جا سکتا۔

اسلام ازم کیا نہیں ہے کہ موضوع پر' مروجہ نظریات کے برخلاف' مزید گفتگو کرتے ہوئے میری مثال یہ بھی ہوگی--- یہ غربت کے مسئلے کے حل کے لیے تجاویز پیش نہیں کرتا۔ اگر انتہائی غربت کا حل اسلام ازم کی صورت میں نکل سکتا تو بنگلہ دیش اسلام ازم کا سب سے زرخیز علاقہ ہوتا' جو وہ نہیں ہے۔ اور اگر یہ غریب بنا دیے جانے (impoverishment) کا نتیجہ ہوتا تو عراق' جس کی معیشت ۲۰ برس پہلے کی معیشت کا ۱۰ فی صد رہ گئی ہے' بنیاد پرستی کا سرگرم مرکز بن چکا ہوتا' جب کہ ایسا نہیں ہے۔

اس صورت حال میں اسلام ازم کے ساتھ کیا کیا جائے؟

اولاً' ایک عظیم جنگ کا آغاز ہوا چاہتا ہے لیکن یہ جنگ مغرب اور اسلام کے درمیان نہ ہوگی جیسا کہ سیموئل ہنٹنگٹن کا خیال ہے بلکہ یہ جنگ اسلام کے تصور کے بارے میں ہوگی۔ اس جنگ میں دو قسم کے مسلمان فریق بنیں گے یعنی جدت پسند مسلمان اور ان کے مخالف جو ان کے انقلابی تبدیلیوں کے نظریے کو رد کر دیں گے۔ بالآخر یہ لڑائی لادین لوگوں اور اسلام پسندوں کے درمیان ہوگی' یعنی ترکی کے اتاترک اور ایران کے امام خمینی کے درمیان۔ اس جنگ میں ہم جو کہ مسلمان نہیں ہیں۔ ہمارا معاملہ تماشائیوں کا سا ہوگا۔ ہم اس جنگ کے نتائج سے متاثر بھی ہوں گے' یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ایک یا دوسرے فریق کے ساتھ کوئی کردار بھی ادا کریں' بہرحال ہمارا کردار ثانوی ہوگا۔

ثانیاً' ہمیں لازماً اسلام بطور مذہب' اور اسلام ازم بطور سیاسی نظریے کے درمیان فرق کرنا ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیشہ "اسلام" کے بجائے "اسلام ازم" کی مذمت کی جائے۔

ثالثاً' چونکہ اسلام پسندوں کے خیال میں اخلاقی طور پر ہم دیوالیہ ہو چکے ہیں اور سیاسی طور پر زوال پذیر ہیں' اس لیے ہم مغرب کے لوگوں کو چاہیے کہ دکھائیں کہ ہمارے بھی اصول ہیں اور ہم بھی باعزم ہیں۔ ہم وہ نہیں ہیں جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ٹھوس موقف اور واضح لائحہ عمل اپنانا چاہیے۔ اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ آیندہ اسلام پسند ہم پر الزام لگا کر حملہ آور نہ ہوں اور ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔

بالفاظ دیگر مغرب کو چاہیے کہ:

○ ان ریاستوں، مسلمانوں، یا کسی سے بھی تعاون کرے جو اسلام پسندوں کے خطرے کی مزاحمت کرتے ہیں۔ ترکی کے ایک جرنیل کے مختصر مگر معنی خیز الفاظ میں "اسلام پسندی خطرہ نمبرایک ہے"۔ جب زیربحث ریاستیں درست پالیسی اختیار کریں تو صورت حال ٹھیک رہتی ہے لیکن ایسا نہ ہو تو الجزائر کی طرح ناخوش گوار صورت سامنے آتی ہے۔ ایسا ہو تب بھی، میں کہوں گا کہ ہمیں حکومت کا ساتھ دینا چاہیے مگر اسے بتا دینا چاہیے کہ ہمیں کیا پسند نہیں ہے اور اس پر رویے کی اصلاح کے لیے دباؤ ڈالنا چاہیے۔

○ اسلامی ریاستوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ ہمارے ساتھ جو جارحانہ رویہ انھوں نے اختیار کر رکھا ہے اس میں کمی کریں۔ اسلامی دنیا میں ان لوگوں کی حوصلہ افزائی اور امداد کریں جو اسلام پسندوں کی راہ میں مزاحم ہیں۔ یہ حمایت سے محروم افراد ہیں جو امداد اور تعاون کے لیے مغرب کی طرف دیکھتے ہیں۔

○ تشدد میں ملوث اسلامی گروہوں کو اسی حوالے سے جانا جانا چاہیے، مثلاً جو دہشت گرد ہیں ان سے اسی انداز میں معاملہ کیا جائے۔

○ وہ انتہاپرست تنظیمیں جنھوں نے ہمارے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے، ان سے اسی مناسبت سے معاملہ کیا جائے۔ ان کے ساتھ مذاکرات نہ ہوں، ان کی حوصلہ افزائی نہ ہو، اور نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ یہ سب قانونی حیثیت حاصل کرنے کے کھیل کا حصہ ہے۔ ان گروہوں کے ساتھ معاملہ ان کے رویے کی روشنی میں کیا جائے۔

○ مہذب معاشرے کی ترویج کی جائے نہ کہ انتخابات کی۔ تجربے سے ثابت ہے، جیسا کہ الجزائر میں ہوا کہ جب کوئی حکومت اچانک فوری انتخابات کا انعقاد کرتی ہے، اسلام پسند اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کیونکہ صرف ان کی تنظیم ہی میدان میں پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں انتخابات کو کسی عمل کا نقطۂ آغاز نہیں بلکہ نقطۂ عروج سمجھنا چاہیے۔ سب سے پہلے رضاکار اداروں کے ذریعے مہذب معاشرے کی تعمیر کے طویل عمل کا آغاز ہو، پھر قانون کی حکمرانی، اقلیتوں کے حقوق، حقوق ملکیت اور اسی قسم کے دیگر امور پر توجہ کی جائے۔ مہذب معاشرے کی بتدریج ترقی سے ہی وہ فضا بنتی ہے جو انتخابات کے لیے مناسب بنیاد فراہم کر سکتی ہے۔

لیجیے، منظر آپ کے سامنے ہے۔ کیا بنیاد پرست اسلام ایک خطرہ ہے؟ ہاں یہ ہے مگر صرف اسلام نہیں۔ اسلام ازم ایک گہرے، جدید عمل کا نام ہے جس کی اتنی قوت ہے کہ افغانستان کی دور دراز وادیوں ہی میں نہیں بلکہ یہاں کینیڈا میں بھی فساد پیدا کر سکتا ہے۔

شہدائے اسلام کے جانشین بنئے

اہلِ ایمان کے لیے خوشخبری

امام المجاہدین نے فرمایا

جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازی (مجاہد) کو ساز و سامان مہیا کیا وہ بھی غازی ہے اور جو غازی (مجاہد) کے پیچھے اس کے اہل و عیال کے لیے اچھا جانشین بنا، وہ بھی غازی ہے۔

شہدائے اسلام فاؤنڈیشن

1995ء سے ملتِ مسلمہ پر عائد اسی قرض کی ادائیگی اور ہزاروں شہداء کے گھرانوں کی خدمت کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل ہے۔ آیئے آپ بھی اس مقدس اور بابرکت اجتماعی فریضہ کی ادائیگی اور جہادِ اسلامی کی پشتی بانی کے لئے فاؤنڈیشن کے ہاتھ مضبوط کیجئے۔

- ★ ایک فیملی کی کفالت کی ذمہ داری سنبھال لیجئے۔
- ★ بچوں کے لئے تعلیمی وظائف کا اہتمام کیجئے۔
- ★ شہید کے گھرانے کے لئے کاروبار کا اہتمام کر کے دیجئے۔
- ★ عیدین کے موقع پر تحائف کا اہتمام کیجئے۔
- ★ مکانات کی تعمیر کے لئے عطیات دیجئے۔
- ★ شہید کی بچی، بچے، بہن، بھائی کی شادی کے اخراجات کا اہتمام کیجئے۔
- ★ شہید کے ذمہ واجب الادا قرض کی ادائیگی کے لئے تعاون کیجئے۔
- ★ دشمن کی قید میں موجود مجاہدین کی خدمت کیجئے۔

نقد عطیات جماعت اسلامی کے مقامی دفتر میں جمع کروا کر رسید حاصل کیجئے یا چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر کی شکل میں براہِ راست ہمیں ارسال کیجئے۔

سرپرستِ اعلیٰ
قاضی حسین احمد

چیئرمین
حافظ محمد ادریس

66- ایف ماڈل ٹاؤن لاہور (پاکستان) فون: (042)5882989 فیکس: (042)7832194

اخبار امت

چیچنیا: ایمان اور عزم کا نشان

رابرٹ ینگ پیلٹن

روس چند "دہشت گردوں" کو پکڑنے کے نام پر اپنے ہی وفاق کے ایک حصے کے لاکھوں شہریوں پر جو ناقابل بیان مظالم ڈھا رہا ہے وہ ۲۰ ویں صدی کے اختتام پر' جو یقیناً مغرب کی صدی رہی ہے' مغرب کے منہ پر کالک ملنے کے مترادف ہے۔ علم کی روشنی' سائنس کی ترقی' انسانی حقوق کا احترام' جمہوریت' آزادی' تہذیبی عروج لیکن چیچنیا کے آئینے میں اس تہذیب کا حقیقی چہرہ بڑا ہی بھیانک نظر آتا ہے۔ پھر جشن کس بات کے منائے جا رہے ہیں؟

مقابلہ ایک اور ہزار کا بھی نہیں۔ سابق سپرپاور (جس کا معذور صدر امریکہ کو جوہری دھمکی دینے کا حوصلہ رکھتا ہے) اپنی پوری طاقت کے ساتھ ایک چھوٹے سے علاقے کو زیرنگیں لانے کے لیے قتل و غارت میں مصروف ہے۔ مسلمان ممالک دم سادھے ہوئے ہیں۔ صدام نے تو آشیرباد دی ہے۔ مغربی ممالک بظاہر احتجاج کر رہے ہیں لیکن تباہی و بربادی ہفتوں بلکہ مہینوں سے مسلسل جاری ہے' جیسے روس پر دباؤ ڈالنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ دوسری طرف افغانستان جیسے پرامن ملک پر پابندیاں لگانے میں کوئی حیا نہیں (ہم بھی ان کا ساتھ دینے پر اپنے کو مجبور پاتے ہیں!)۔

روس کی ساری حکمت عملی ہی یہ ہے کہ "دہشت گردوں" کا صفایا نہ ہو جائے اور مئی ۱۹۹۶ کی تاریخ پھر نہ دہرا دی جائے۔ ماسکو میں کچھ کارروائیوں کا الزام چیچنوں پر رکھ کر (جو اس کی اپنی خفیہ پولیس کی کارروائی تھی) وہ چیچنیا پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ بلاتکلف معاہدہ توڑ دیا گیا ہے۔ بے بس شہریوں سے تین سال قبل کی شکست کا انتقام لیا جا رہا ہے۔ جانتے ہیں کہ چیچنیو کے پاس ہوائی جہاز نہیں ہیں' اس لیے فضائی طاقت سے ایک ایک گھر اور ایک ایک سڑک کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ مسلسل میزائل چھٹے رہتے ہیں اور بم باری ہوتی رہتی ہے۔ پناہ گزینوں کے قافلوں کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کیمیائی ہتھیار بھی استعمال کیے جا رہے ہیں۔ اب گروزنی میں مقابلہ ہوا ہے تو اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی جذبہ ایمانی کی طاقت سے جاں بازوں نے روس کو پیچھے دھکیل دیا ہے۔ روسی اپنی لاشوں کی جھوٹی تردید بیں۔

رہے ہیں۔ دوسری طرف چیچن صدر نے کہا ہے کہ لڑائی اب شروع ہوئی ہے، اور روس کو ۳ سال قبل جیسی شکست دی جائے گی۔ سب مبصر کہہ رہے ہیں کہ روس کی مکمل فتح ناممکن ہے۔

چیچنیا کے مجاہدوں کو اس امت کے ہر زندہ شخص کا سلام پہنچے!

چیچنیا کے محاذ پر کیا صورت حال ہے؟ روس کیا کچھ کر رہا ہے؟ چیچنیا کے عوام اور جاں باز کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں؟ یہ بتانے کے لیے کسی پاکستان، مصر، انڈونیشیا یا کسی اور ملک سے کوئی مسلمان نامہ نگار دستیاب نہیں ہے۔ ہمارے انگریزی اخباروں میں مغربی نامہ نگاروں کی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔ ہم ذیل میں گروزنی سے ارسال کردہ ایک رپورٹ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ شاید اس طرح ہمارے قارئین اپنے آپ کو چند لمحات کے لیے گروزنی میں محسوس کریں۔ (مدیر)

گروزنی: اڑھائی کلومیٹر طویل درے میں پانچ گھنٹے کا سفر کرنے کے بعد جب ہم چیچنیا کی سرحد پر پہنچے تو ایک سرحدی محافظ نے ہمارا یوں استقبال کیا: "جہنم میں خوش آمدید!"

دوسری طرف کی سڑک بم باری سے تباہ ہو چکی تھی۔ دھماکوں سے ۱۰ میٹر گہرے گڑھے پڑے ہوئے تھے، اور ایک خالی جگہ میں روسی بارودی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔ جو دو رضاکار ہمیں گروزنی لائے تھے، وہ اپنی زندگی کے لیے دعا کر کے چلے تھے۔

تین گھنٹے بعد، گروزنی نیچے وادی میں نظر آ رہا تھا۔ اور ہم اس پر ہونے والی بم باری کی آوازیں سن سکتے تھے۔ ایک نارنجی رنگ کا بم ہم نے فضا میں دو سو میٹر کی بلندی پر پھٹتے دیکھا۔

صبح ہم شہر میں داخل ہوئے۔ ہم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنا حلیہ کچھ ٹھیک کیے اپنے سگریٹ سٹینڈ کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ گردونواح کے رہایشی بلاک بم باری سے تباہ ہو چکے تھے اور ۲۰ میٹر کے فاصلے پر ایک بس جو پناہ گزینوں کو لے جا رہی تھی براہ راست بم باری کا نشانہ بن چکی تھی۔ بس کے مڑے تڑے ڈھانچے کے علاوہ کچھ نہ بچا تھا--- یا ایک سلائی مشین جو سڑک کے درمیان پڑی تھی۔

سگریٹ فروخت کرنے والی خاتون نے بتایا کہ بس میں تیس افراد تھے۔ وہ اب تک یہاں کیوں تھی؟

"میں اور کہاں جا سکتی ہوں؟"

شہر اجڑا ہوا اور سنسان تھا۔ مگر چیچن جاں باز، بارہ افراد کی ٹکڑیوں کی شکل میں، جلد ہی اپنے مورچوں سے نکلے۔ انھوں نے کہا: "دنیا کو دکھاؤ کہ یہاں کیا ہو رہا ہے!"

ہم نے سنا تھا کہ شالی کا ایک چیچن کمانڈر ۱۶ روسی قیدیوں کو، جنوب مشرق میں لے گیا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو انھیں ہلاک کیا جا چکا تھا۔ کمانڈر نے وضاحت کی: "ہم نے روسیوں سے کہا تھا کہ آرگن (Argun) سے، جہاں تین روز قبل روسی قبضہ کر چکے تھے، شہریوں کے لیے محفوظ راستے کی ضمانت دی جائے۔ لیکن روسیوں نے کہا کہ ہمیں اپنے قیدیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ انھیں اس روز گولی